محمد عمر فاروق (تلہ گنگ)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ اور مجلس احرار اسلام

''بیسویں صدی کی تیسری دہائی کے آخر میں برِّعظیم کے مسلمان رہنماؤں نے ایک ایسی دینی و سیاسی تنظیم کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا جو محض علماء یا صرف سیسی زعماء کی نمائندہ نہ ہو اور کانگریس کے ہر فیصلے پر اپنا سر تسلیم خم نہ کرتی ہو، بلکہ ایک ایسی وسیع المشر ب اور ملک گیر جماعت ہو۔ جس میں علماء کرام، جدید تعلیم یافتگان، شاعر، ادیب، صحافی، مزدور، کسان اور بلا تفریق مسلک ہر مکتبہ فکر کو نمائندگی حاصل ہو اور وہ بغیر کسی کو خاطر میں لائے اپنی آزادانہ رائے رکھتی ہو اور اپنے فیصلے کرنے میں خود مختار ہو۔ طویل سوچ و بچار، مشاورت اور گہرے تدبر و فکر کے بعد بالآخر ۲۹ر دسمبر ۱۹۲۹ء کو حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، چودھری افضل حقؒ، شیخ حسام الدینؒ اور مظہر علی اظہرؒ کی قیادت میں آل انڈیا مجلس احرار اسلام کا قیام عمل میں آیا۔ ''مجلس احرار اسلام کے قیام میں بنیادی مشورہ محدّث العصر حضرت علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ کا شامل تھا''۔(۱)

مجلس احرار کے رہنماؤں کو اپنی فہم و فراست، تدبر و بصیرت، اخلاص و ایثار اور بے غرض قومی و دینی خدمات کی بدولت تحریک خلافت کے دوران ہی ہندوستان بھر میں شہرتِ دوام حاصل ہو چکی تھی۔ اس لیے مجلس احرار اسلام کی بنیاد پڑتے ہی ملک کے اکناف و اطراف میں سرخ پوشانِ احرار کی تعداد بلا مبالغہ لاکھوں نفوس تک جا پہنچی اور ابھی احرار کو معرضِ وجود میں آئے عرصہ ہی کتنا گزرا تھا کہ انہوں نے کشمیر کی پہلی عوامی تحریکِ آزادی کی نیو اٹھا دی اور اس تحریک میں پچاس ہزار احرار رضا کاروں نے گرفتاری دے کر یہ ثابت کر دیا کہ احرار اپنی قربانیوں اور خداداد صلاحیتوں کی بدولت آل انڈیا کانگریس سے بھی کہیں بڑی تحریک چلانے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ انہوں نے انتہائی قلیل مدت میں کئی عظیم الشان تحریکیں چلا کر ہندوستان کی محکوم فضا میں ارتعاش پیدا کر دیا اور مختلف النوع افراد کی بڑی تعداد کی توجہ اپنی جانب مبذول کرانے میں کامیاب ہو گئے۔

۱۹۳۴ء کے آخر میں سرحد کے حُرّیت طبع مجاہد حضرت مولانا غلام غوث ہزارویؒ کو بھی احرار ہی کے دامن سے وابستہ ہونے میں ہی اپنی آتشِ دل کا سامان میسر ہوتا نظر آیا۔ اور وہ اس دور میں اس قافلۂ سخت جانانِ احرار میں شامل ہوئے جب ہزارہ اور سرحد خدائی خدمت گار تحریک کا گڑھ بنے ہوئے تھے، لیکن مولانا ہزارویؒ کے لیے وہاں دلچسپی کا باعث کچھ بھی نہ تھا بلکہ مولانا سید حامد میاںؒ کے بقول:

طبعاً وہ سیاسی مگر جوشیلے سیاسی تھے۔ ایسا ماحول زندہ دلانِ احرار کا تھا، اس لیے مجلس احرار میں کام کرتے رہے۔(۲)

مولانا ہزارویؒ کی احرار میں شمولیت کو بھرپور انداز میں سراہا گیا۔ اکابر احرار نے اس نو وارد ساتھی کی دل و جان سے پذیرائی کی، یہاں تک کہ آپ کو ۱۰ر نومبر ۱۹۳۵ء میں سیالکوٹ میں منعقدہ ''آل انڈیا پولیٹیکل احرار کانفرنس'' کی صدارت کا اعزاز بھی بخشا گیا۔ آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مظہر علی اظہر نے اس کانفرنس میں اپنے خطبۂ استقبالیہ کے بعد صدر کانفرنس مولانا غلام غوث ہزارویؒ کا تعارف ان الفاظ میں کرایا:

''احرار کا یہ وصف رہا ہے کہ اس نے ہر مخلص اور محنتی کارکن کو اپنے نزدیک لا کر اسے اونچے سے اونچا مقام عطاء کیا۔ مولانا غلام غوث اپنے علاقہ (ہری پور، ہزارہ) اور صوبہ سرحد میں اپنی قربانیوں اور گوناں گوں مشکلات جھیلنے کے باعث مشہور ہیں۔ انہوں نے قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں، لیکن اس پر بھی وہ گمنام رہے اور وہ شہرت نہ حاصل کر سکے، جس کے وہ مستحق تھے۔ مجلس احرار نے اپنی روایات کے مطابق ان کی قدر کی اور انہیں ''آل انڈیا احرار کانفرنس'' کے صدارت کا اعزاز بخشا۔ مولانا موصوف مذہبی طور پر دیو بند سے فارغ ہیں اور سیاسی طور پر شمالی صوبہ سرحد میں سرخ پوش تحریک کے قائد رہ چکے ہیں۔''

۱۱/ اکتوبر کو پنڈال میں پرچم احرار لہرایا گیا۔ مولانا غلام غوث ہزاروی نے پرچم کشائی کے بعد کہا کہ:

''یہ جھنڈا آزادیٔ ہند اور خدا کے نام کو بلند کرنے کا جھنڈا ہے۔ اس کو بلند کرنے سے ہم پر کیا ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور اس کی بلندی کو قائم رکھنے کے لیے ہمیں کن قربانیوں کی ضرورت پیش آئے گی؟ اس کا احساس کریں اور اس سرخ پرچم کے سائے میں آج وعدہ کریں کہ اگر کبھی اس کی سرخی کو قائم رکھنے کے لیے خون کا آخری قطرہ بھی دینا پڑا تو اس سے دریغ نہیں کریں گے''۔ (۳)

مولانا غلام غوث ۱۹۳۵ء میں ہی احرار کے مرکزی نائب صدر منتخب کر لیے گئے۔ اسی برس (۱۹۳۵ء) آپ ہی کی دعوت و ترغیب پر سردار عبدالرب نشتر، مفتی سرحد مولانا عبدالقیوم پوپلزئی، خان مہدی زمان خان، کھلابٹ (ہزارہ)، حکیم عبدالسلام ہزاروی اور بعدازاں خان میر ہلالی، شیخ ابراہیم پراچہ کوہاٹ اور قاضی محمد اسلم ایڈووکیٹ پشاور قافلۂ احرار کے رکن بنے۔

مولانا غلام غوث ہزاروی نے زعمائے احرار کی معیت میں حکومتِ الٰہیہ کے قیام، آزادیٔ وطن اور تحفظ ختم نبوت کے لیے ہندوستان بھر کے دورے کیے اور اپنی آتش نوائیوں سے خرمنِ باطل نشانے پر لیے رہے۔ ۷، ۸، ۹/ اپریل ۱۹۳۹ء کو پشاور میں تاریخ ساز آل انڈیا احرار کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کے انعقاد میں صوبہ سرحد کے احرار رہنماؤں نے مولانا ہزارویؒ کی رہنمائی میں گرانقدر کردار ادا کیا۔ یہی وہ تاریخی کانفرنس تھی، جس میں مفکر احرار چودھری افضل حق نے جنگِ عظیم دوم کی پیشگوئی بھی کی تھی۔ مردِ حق آگاہ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ پورے ہو کر رہے اور ۳/ ستمبر ۱۹۳۹ء کو جنگ عظیم دوم کا آغاز ہو گیا۔ برعظیم میں مجلس احرار اسلام ہی وہ واحد جماعت تھی۔ جس نے اسے سامراجی جنگ قرار دیتے ہوئے ۱۱/ ستمبر ۱۹۳۹ء کو جنگ میں بھرتی نہ دینے کی قرارداد منظور کی اور تحریک فوجی بھرتی بائیکاٹ کا آغاز کر دیا۔ جبکہ مسلم لیگ اور کانگریس کو ابھی لب کشائی کی جرأت ہی نہ ہو سکی تھی کہ احرار کے جیالے کلمۂ حق بلند کرتے ہوئے دار و رسن کے مرحلوں سے گزرنے لگے۔

صوبہ سرحد میں مجلس احرار نے مولانا ہزارویؒ کی قیادت میں پشاور کو اس تحریک کا مرکز بنا کر انگریز کے خلاف بغاوت کی آگ بھڑکا رکھی تھی، لیکن حکومتِ سرحد گرفتاریوں سے بوجوہ گریزاں تھی۔ جانباز مرزا نے ان دنوں کی سرگزشت کو اس طرح تحریر کیا:

''صوبہ سرحد مولانا غلام غوث کے سپرد تھا کہ وہ وہاں سے اس تحریک کا آغاز کریں۔ چنانچہ پشاور شہر کو تحریک کا مرکز قرار دیا۔ مولانا مفتی عبدالقیوم پوپلزئی ڈکٹیٹر اوّل قرار پائے۔ چنانچہ مولانا عبدالقیوم پوپلزئی کی سرپرستی میں احرار سرخپوشوں نے صوبے کا دورہ کیا۔ فوجی بھرتی کے خلاف تقریریں کیں، نعرے لگائے مگر حکومت نے نہ تو انہیں گرفتار کیا اور نہ ہی کسی رضا کار سے باز پرس کی گئی۔ یہ سلسلہ سرخ پوشوں کی معیت میں راولپنڈی جا کر سول نافرمانی کریں

وہ راولپنڈی پہنچے اور کچہری جا کر عدالتوں کی کارروائی میں رکاوٹ پیدا کرنا چاہی مگر اس پر بھی قانون حرکت میں نہ آیا۔اس طرح سرحد میں مجلس احرار کی یہ تحریک ناکام ہوگئی لیکن مولانا غلام غوث ہزاروی کو بعدازاں سرکاری حکم کے تحت ایک سال کے لیے سرحد سے نکال دیا گیا۔ پنجاب اور یوپی میں تحریک زوروں پر تھی۔ مولانا غلام غوث نے ان دونوں صوبوں کی کمان سنبھال لی اور اس سلسلہ میں دہلی جا بیٹھے۔ جیسے ہی وہاں گرفتاری کا شبہ ہوا۔ یہ روپوش ہوکر اندرون خانہ کام کرتے رہے۔ حکومت اپنی تمام تر کوشش کے باوجود انہیں تلاش نہ کرسکی۔‘‘(۴)

جب مولانا غلام غوث سرحد میں سرگرم عمل تھے تو حکومتِ برطانیہ کے شعبہ انٹیلی جنس نے ان کے متعلق یہ خفیہ رپورٹ مرتب کی:

’’پنجاب میں فوجی بھرتی کے خلاف پروپیگنڈا تیز کرنے کے لیے ایک منصوبے کے تحت اعلان کیا گیا تھا کہ شمال مغربی سرحدی صوبہ کے احرار راولپنڈی میں گرفتاری دیں گے ......شمال مغربی سرحدی صوبہ کی مجلس احرار کے صدر مولانا غلام غوث ہزاروی سے حاصل کردہ ہدایات کے مطابق مجلس احرار کے دس کارکنوں کا قافلہ مفتی عبدالقیوم پوپلزئی کی قیادت میں پہلے ہی راولپنڈی پہنچ چکا ہے۔‘‘(۵)

مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی کو توڑ کر ڈکٹیٹر شپ کا نظام جاری کردیا گیا تھا۔اس لیے آل انڈیا مجلس احرار اسلام کے ڈکٹیٹر سردار محمد شفیع نے جنوری ۱۹۴۱ء کو اپنی گرفتاری سے پہلے اپنے بعد مولانا غلام غوث کو ڈکٹیٹر مقرر کیا۔ انہی دنوں مجلس احرار سرحد کے سالار جنرل وہاب الدین خان، مولانا فضل حق (مسجد مہابت خان پشاور) اور مولانا حسین بخش (ڈیرہ اسماعیل خان) کو گرفتار کرلیا گیا۔ حالانکہ اس سے پیشتر سرحد حکومت نے احرار رہنماؤں کی گرفتاری سے ہاتھ کھینچ رکھا تھا۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ڈکٹیٹر شپ سنبھالتے ہی تحریک کو رواں دواں رکھنے کے لیے دوروں کا آغاز کیا لیکن محرم الحرام کے احترام کے پیش نظر سول نافرمانی کی تحریک کو عارضی طور پر روک دیا گیا۔ مولانا ہزارویؒ نے اس کا اعلان اخبارات میں اپنے اس بیان کے ذریعے کیا:

’’(۱) ماہِ محرم کے احترام میں ۸؍فروری ۱۹۴۱ء تک سول نافرمانی کی تحریک کو ملتوی رکھا جائے اور ان دنوں تنظیم رضا کاران کی طرف توجہ دی جائے۔ نیز فی الحال ڈکٹیٹری نظام ختم اور جماعت کے جمہوری نظام کو بحال سمجھا جائے لیکن وارکونسلیں بطور خاص اپنا نظام برقرار رکھیں تاکہ تحریک میں کوئی جھول محسوس نہ ہو۔

(۲) مردم شماری قریب آرہی ہے۔ اس کی اہمیت سے انکار نہیں ہوسکتا۔ اگر ذرا سا تساہل برتا گیا تو اس کا اثر قوم کے مستقبل پر پڑے گا۔ لہٰذا احرار کارکنوں کو چاہیے کہ وہ بلا امتیاز سیاسی اختلاف کے اس وقت کو ضائع نہ کریں اور شہروں میں پھیل جائیں۔ ہر مسلمان کو آمادہ کریں کہ وہ اپنا مذہب اسلام، قوم مسلمان اور زبان اردو لکھوائیں۔‘‘(۶)

بجائے اس کے کہ گورنمنٹ مجلس احرار کے اس رویے کو تحسین کی نظر سے دیکھتی‘ ۱۴؍فروری ۱۹۴۱ء کو سرحد کے دورے کے دوران مولانا غلام غوث کو حراست میں لے لیا گیا۔ ان کی گرفتاری کے فوراً بعد مجلس احرار اسلام سرحد کے سیکرٹری حسین بخش سمیت احرار کے سترہ رضا کاروں کو بھی گرفتار کرلیا گیا۔ گرفتاری کے دوسرے ہی دن چارسدہ کی عدالت نے مولانا غلام غوث ہزاروی کو ایک سال اور حسین بخش کو چھے ماہ کی سزا سنادی۔ اس کے بعد ساتھ ہی صوبہ سرحد میں بھی احرار رہنماؤں

اور کارکنوں کو دھڑا دھڑ گرفتار کیا جانے لگا اور جیلوں میں ان پر تشدد کی انتہا کر دی گئی۔ اخبارات کی ایک خبر کے مطابق:

''مجلس احرار اسلام کے مرکزی رہنما تاج الدین انصاری نے حکومت سرحد کے اس غیر شریفانہ رویے کے خلاف کہ اس نے سرحد کے احرار رہنماؤں اور کارکنوں پر جیل میں تشدد روا رکھا ہوا ہے۔ ۴؍ اپریل ۱۹۴۱ء کو سارے ہندوستان میں یوم احتجاج منانے کا اعلان کیا ہے۔ اس سلسلے میں جلسوں اور جلوسوں میں قرار دادیں منظور کی جائیں، جن کی رپورٹ فوراً مرکز کو دی جائے۔'' (۷)

۱۹۴۲ء میں کانگریس کی ''ہندوستان چھوڑ دو تحریک'' کا آغاز ہوا تو خدائی خدمت گار تحریک کے سربراہ خان عبدالغفار خان شمال مغربی سرحدی صوبہ کے آزاد قبائل کو اس تحریک میں شمولیت کے لیے ''پُر امن انقلاب'' کی دعوت دینے لگے۔ جس سے کئی غلط فہمیوں اور اندیشوں کو راہ ملنے لگی۔ جس پر مولانا غلام غوث کی زیر صدارت ۵؍ نومبر ۱۹۴۲ء کو مجلس احرار اسلام صوبہ سرحد کے پشاور میں ہونے والے ایک طویل اجلاس کے بعد حسب ذیل قرار داد کی منظوری دی گئی:

''مجلس احرار صوبہ سرحد کی مجلس عاملہ کا یہ خصوصی اجلاس نہایت افسوس کے ساتھ اس حقیقت کا اظہار کرتا ہے کہ خان عبدالغفار کی تقاریر حکومت افغانستان اور آزاد قبائل کے بارے میں جو غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا کر رہی ہیں وہ اسلامی اخوت اور واقعات کے بالکل منافی ہیں۔''

مثلاً ہنگو کے پبلک جلسہ میں آپ نے فرمایا:

''ہماری حکومت (کانگریس) ایسی ہوگی اس میں جو حال ہمارا ہوگا، وہی تمہارا۔ جو ہم کھائیں گے، وہی آپ لوگ کھائیں گے۔ افغانستان کی حکومت کی پالیسی نہ ہوگی کہ خود تو مزے کریں اور رعایا بھوکوں مرے۔''

نیز صوبہ کے مختلف مقامات کی تقاریر میں آپ کا یہ فرمانا کہ

''اگر ہمیں کوئی خطرہ ہے تو وہ صرف آزاد قبائل کے ڈاکوؤں اور غارتگری سے ہے۔''

اسی طرح حال ہی میں چارسدہ کیمپ میں آپ کا یہ فرمانا کہ

''فقیر اپی وغیرہ کے لوگ انگریز کے اشاروں پر لڑتے ہیں تاکہ انگریزی فوجوں کی اس علاقے میں فوجی ٹریننگ کا موقع ملے۔''

حالانکہ آزاد اسلامی قبائل نے سرحدی سیاسی لوگوں کی ہمدردی یا اسلامی ضرورت کے تحت انگریزوں سے لڑائیاں کیں۔ جن میں ان کو بہت سے جانی و مالی نقصانات بھی اٹھانا پڑے۔

مجلس احرار اسلام کی رائے میں اس قسم کی تقاریر سے اہل اسلام دلی صدمہ محسوس کرتے ہیں۔ کیونکہ ان سے مسلمانوں کے اندر باہمی منافرت کے جذبات پرورش پاتے ہیں۔ پس یہ اجلاس نہایت ادب کے ساتھ خان موصوف سے درخواست کرتا ہے کہ ازراہ مہربانی آئندہ ایسی دلخراش تقاریر کا سلسلہ بند کریں۔

مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی اس رائے کا اعلان کرتی ہے کہ:

''آزاد قبائل میں کانگریس کی مداخلت خطرے سے خالی نہیں۔ نیز یہ اجلاس آزاد قبائل سے بھی درخواست کرتا ہے کہ وہ اپنا گھر درست اور اندرونی حالات کی اصلاح کریں۔ آپس کا اتحاد اور اسلام کی پابندی تمام مشکلات کا واحد

علاج ہے۔ لہٰذا بیرونی اثر قبول کیے بغیر اپنے اندر یکجہتی پیدا کریں اور عالم اسلام کے مفاد کا خیال رکھیں۔''(۸)

۱۹۴۳ء میں مجلس احرار اسلام کے معروف رہنما حضرت مولانا محمد گل شیر خان شہیدؒ کالا باغ کے نواب امیر محمد خان کے عوام پر عائد کردہ ظالمانہ ٹیکسوں اور ناروا سلوک کے خلاف ''تحریک کالا باغ'' کا آغاز کیے ہوئے تھے۔ کالا باغ کے اندر مجلس احرار اسلام کی تنظیم کے متحرک اور فعال ہونے اور عوام ہی بیداری کے پیدا ہونے سے نواب کالا باغ اور اس کے کارندوں کے سینوں پر سانپ لوٹ رہے تھے۔ جب کالا باغ کے جاگیرداروں کے مظالم نے اپنی آخری حدوں کو چھولیا تو احرار کی تحریک پر عوام کی ایک معقول تعداد نے کالا باغ سے ہجرت کر لی۔ ان مہاجرین کے کیمپ دفتر احرار لاہور کے سامنے لگائے گئے۔ احرار کی اپیل پر ۲۹ر اکتوبر ۱۹۴۳ء کو ہندوستان بھر میں ''یوم کالا باغ'' منایا گیا اور اسی اثناء میں مولانا مظہر علی اظہر نے مولانا غلام غوث کو کالا باغ میں تحقیقات کے لیے بھیجا۔ مولانا غلام غوث پر کالا باغ میں کیا بیتی۔ اسی روداد سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ کالا باغ کے عوام کن صعوبتوں سے گزر رہے تھے:

> ''مولانا غلام غوث کے ہمراہ ایک سور رضا کار بھی کالا باغ پہنچے۔ یہ لوگ کالا باغ عیدگاہ میں ٹھہرے۔ جمعہ کا دن تھا، نماز جمعہ مولوی قاضی نور احمد نے پڑھائی۔ یہ پیشتر سے اس مسجد کے خطیب تھے۔ نماز کے بعد مولانا غلام غوث نے تقریر کرنا چاہی تو خطیب نے انہیں روک دیا۔ مولانا نے کہا کہ میں صرف قرآن پڑھوں گا۔ لیکن اس کی بھی اجازت نہ دی گئی۔ مسجد میں یہ بحث جاری تھی کہ نواب کے مسلح آدمی باہر کھڑے تھے۔ اس کے بعد مولانا غلام غوث بمعہ احرار رضا کاروں کے شہر کے درمیان واقع ایک دوسری مسجد میں چلے گئے مگر وہاں ان کے پہنچنے پر پانی کے تمام مٹکے توڑ دیئے گئے۔ یہاں تک کہ وضو کے لیے بھی پانی نہ رہا۔ اس رات تمام لوگ بھوکے تھے کہ رات کے اندھیرے میں چھپ کر کچھ لوگ روٹیاں لائے۔ صبح کی نماز بغیر وضو کے پڑھی گئی۔''(۹)

مولانا غلام غوث نے ان تمام حالات کی رپورٹ مرکز میں پہنچائی۔ تحریک اپنی راست سمت میں بڑھ رہی تھی کہ اسی دوران ظالم جاگیرداروں نے تحریک کے روح و رواں مولانا محمد گل شیر شہیدؒ کو ۲۳، ۲۴ر مئی ۱۹۴۴ء کی درمیانی شب گھر میں گولی مار کر شہید کر دیا اور اس طرح کالا باغ کے مظلوموں کے حق میں بلند ہونے والی آواز دبا دی گئی۔ لیکن آج اس تحریک کے اثرات واضح طور پر محسوس کیے جا سکتے ہیں۔

۱۹۴۳ء کا سال برعظیم کی سیاست میں اہم موڑ رکھتا ہے۔ اسی برس سہارن پور میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام یو۔پی پراونشل احرار کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس کی صدارت کا شرف مولانا غلام غوث ہزاروی کو حاصل ہوا۔ اس موقع پر شہر بھر میں آرائشی دروازے بنا کر انہیں قائدِ احرار کے اسمائے گرامی سے منسوب کیا گیا۔ جن میں سے ایک ''بابِ غلام غوث'' بھی تھا۔ کانفرنس کے اختتام پر احرار کی مجلس عاملہ نے اپنی تاریخی ''قرارداد سہارن پور'' منظور کی۔ جسے برعظیم کی تحریک آزادی میں شہرت عام حاصل ہوئی۔

دوسری صوبائی احرار کانفرنس ۲۲ تا ۲۵ر اپریل ۱۹۴۴ء کو زیر صدارت شیخ حسام الدینؒ دہلی میں منعقد ہوئی۔ جس کے بعد مجلس احرار اسلام کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس منعقد ہوا۔ جس میں کئی قراردادیں بالاتفاق منظور کی گئی تھیں۔ ان دنوں بنگال میں انگریزوں کی کارستانیوں کے نتیجے میں شدید قحط سالی کا دور دورہ تھا۔ مولانا غلام غوث نے بھی اس کی مناسبت سے ایک

قرارداد پیش کی۔ جس کی تائید حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ نے فرمائی۔ قرارداد یہ تھی:

''قحط بنگال کے سلسلے میں وفدِ احرار کی کارکردگی کو بہ نظرِ استحسان دیکھتے ہوئے عوام کو متوجہ کیا گیا کہ بنگال میں عوام الناس کی خستہ حالی کے دور کو ختم سمجھ کر غافل نہ ہوں۔ بلکہ احرار کو وفد نے عوام کو بھکاری بننے سے بچانے کے لیے جو امدادی مرکز کھولنے کا فیصلہ کیا ہے' اس کی اہمیت کے پیش نظر یہ اجلاس لوگوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس پروگرام کی تکمیل کے لیے مجلس کا زیادہ سے زیادہ ہاتھ بٹائیں۔'' (۱۰)

مولانا غلام غوثؒ نے مجلس احرار کے سٹیج سے تحریکِ آزادی برعظیم میں بھرپور کردار ادا کیا اور قید و بند کے مراحل سے دیوانہ وار گزرتے رہے۔ یہاں کہ پاکستان معرض وجود میں آ گیا۔ پاکستان بننے کے بعد آپ مجلس احرار اسلام کے مرکزی ناظم اعلیٰ رہے۔

مولانا غلام غوث ہزارویؒ کی ہمہ جہت شخصیت کا ایک نمایاں پہلو اُن کی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے بے پایاں محبت کا بھی ہے۔ مجلس احرار اسلام کی ''تحریک مدح صحابہؓ'' سے عظمتِ صحابہؓ اور تحفظ ناموسِ صحابہؓ کا جو تاثر انہوں نے قبول کیا تھا۔ وہ اُن کا منشورِ حیات قرار پایا۔ مولانا مظہر علی اظہر جنرل سیکرٹری مجلس احرار اسلام جو کہ شیعہ مذہب رکھتے تھے لیکن وہ عمر بھر صحابہ کرامؓ کے معترف رہے بلکہ جب لکھنؤ میں صحابہؓ کی تعریف کرنا قانوناً جرم قرار دے دیا گیا تو اس قانون کو ختم کرانے کے لیے مجلس احرار اسلام نے ''تحریک مدح صحابہؓ'' کا اجراء کیا۔ اس تحریک کے دوران مولانا مظہر علی اظہر اور اُن کے صاحبزادے مصطفیٰ قیصر کی قیادت میں احرار رضا کاروں کے جلوس قافلوں کی صورت میں اس قانون کو توڑنے کے لیے لکھنؤ گئے اور گرفتاری بھی پیش کی۔ اس کے باوجود بھی مولانا غلام غوث نے ایک موقع پر مولانا مظہر علی اظہر کے متعلق بڑا شدید رویہ اختیار کیا جو اُن کی یارانِ مصطفیٰ ﷺ کے ساتھ دلی محبت اور کیفیت کا آئینہ دار ہے اور اُن کی جماعتی وفاداری کا عکاس بھی کہ انہوں نے جماعتی فیصلے پر اپنی رائے کو کس طرح قربان کیا۔ جانباز مرزا راوی ہیں:

''لاہور میں احرار کی ورکنگ کمیٹی کا اجلاس ہو رہا تھا کہ اس دوران لکھنؤ کی تحریک مدح صحابہؓ کا ذکر چھڑ گیا۔ اس پر مولانا غلام غوث نے مولانا مظہر علی اظہر کے متعلق اعتراض اٹھایا کہ وہ مذہب جعفریہ سے متعلق ہیں، لہٰذا اُنہیں جماعت سے الگ کر دیا جائے۔ ورکنگ کمیٹی نے مولانا کا یہ اعتراض مسترد کر دیا۔ لیکن حضرت امیر شریعت' مولانا غلام غوث پر اس قدر برسے کہ ورکنگ کمیٹی کو شبہ ہونے لگا کہ شاید مولانا ناراض ہو کر پارٹی چھوڑ جائیں گے مگر نہیں۔ حالانکہ شاہ جی نے واضح طور پر کہہ دیا کہ آپ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں' مگر جماعت مولانا مظہر علی کو کسی صورت الگ نہیں کر سکتی۔ مولانا غلام غوث نے اس موقع پر جس حوصلہ کا ثبوت دیا' وہ ان کی جماعتی وفاداری کا شاندار کارنامہ ہے۔'' (۱۱)

روزنامہ ''جنگ'' لاہور کے ممتاز صحافی جناب صہیب مرغوب نے ایک دفعہ اپنے اخبار میں ایک تحقیقاتی رپورٹ میں انٹیلی جنس کی اطلاعات کے حوالے سے لکھا تھا:

''قیامِ پاکستان کے بعد شیعہ کو اقلیت قرار دینے کا سب سے پہلا مطالبہ مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم مجلس احرار اسلام پاکستان نے کیا تھا۔''

تحفظِ ناموسِ صحابہؓ پر انہوں نے کبھی کوئی سمجھوتہ نہ کیا۔ یہاں تک کہ غیروں کی مخالفتوں اور قاتلانہ حملوں کے علاوہ اپنوں کی طعنہ زنی اور دشنام گوئی بھی ان کے عزم و استقامت میں کمی نہ لا سکی۔

مجلس احرار اسلام نے آزادی کے بعد سیاست سے علیحدگی کا اعلان کیا اور اپنی سرگرمیوں کا دھارا دینی امور بالخصوص تحفظ ختم نبوت کی طرف موڑ دیا تو مولانا ہزاروی بھی اکابر احرار کے شانہ بشانہ پوری تندہی کے ساتھ اپنی صلاحیتوں کو قادیانی نبوت کے قلعے کو مسمار کرنے کے لیے بروئے کار لانے لگے۔۱۹۵۳ء کی تحریک مقدس تحفظ ختم نبوت مجلس احرار اسلام کا عظیم کارنامہ ہے۔تحریک کے اجراء سے پیشتر ۱۳ر جولائی ۱۹۵۲ء کو تمام جماعتوں کا اجلاس طلب کیا گیا۔اس کا دعوت نامہ مردِ احرار مولانا غلام غوث ہزاروی کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران حضرت امیر شریعت اور احرار کی ہائی کمان کے حکم کے تحت فرزند و جانشین امیر شریعت حضرت مولانا سید ابومعاویہ ابوذر بخاریؒ (سید عطاء المنعم) اور مولانا غلام غوث گرفتاری سے بچتے ہوئے جیل سے باہر رہ کر کام کرتے رہے اور ریاستی جبر اور انتہائی نامساعد حالات میں بھی تحریک کو زندہ رکھا۔جبکہ ان دونوں حضرات کو گولی سے اڑا دینے کے احکامات جاری کیے جا چکے تھے اور مولانا غلام غوث کی گرفتاری پر دس ہزار روپے کا انعام بھی مقرر کیا گیا تھا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت فرمائی۔تحریک تحفظ ختم نبوت جسے ۱۹۵۳ء میں جنرل اعظم خان جیسے درندہ صفت لوگوں نے کچل ڈالا تھا۔۱۹۷۴ء میں کامیابی سے ہمکنار ہوگئی۔مجلس احرار، تحریک ختم نبوت کی وجہ سے قانون کی زد میں آئی اور اسے خلافِ قانون قرار دے دیا گیا۔بعد ازاں حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ کے ایماء پر مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے ۱۹۵۶ء میں جمعیت علماء اسلام کی بنیاد رکھی اور پھر وہ جمعیت ہی کے ہوکر رہ گئے۔

۱۹۷۴ء کی تحریک تحفظ ختم نبوت کے دوران جب قومی اسمبلی میں قادیانیوں کے متعلق بحث کا آغاز ہوا تو آپ نے قادیانیوں کے اعتراضات کا ۲۵۷ صفحات پر مبنی مدلل جواب ''جوابِ محضر نامہ'' کی صورت میں دیا۔اسی کے ساتھ ہی عوام الناس اور اراکین اسمبلی پر قادیانیوں کا کفر واضح کرنے کے لیے ان کے قلم سے ایک مبسوط مقالہ ''مرزائی قطعی کافر اور غیر مسلم اقلیت ہیں'' نکلا۔تحفظ ختم نوت کے سلسلے میں ہی آپ نے اس وقت کے وزیر اعظم ذوالفقار علی بھٹو سے ملاقات کی اور انہیں قادیانیوں کے کفریہ عقائد اور ان کی ارتدادی سرگرمیوں کے متعلق تفصیلاً آگاہ کیا اور انہیں قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر قائل کر لیا۔یہ مولانا ہزاروی کا کارنامہ تھا کہ انہوں نے بھٹو کو امتِ مسلمہ کے اجتماعی مطالبے کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر آمادہ کر لیا تھا۔جس کی بدولت قومی اسمبلی نے بھاری اکثریت سے ۷ر ستمبر ۱۹۷۴ء کو قادیانیوں کو آئینی طور پر غیر مسلم اقلیت تسلیم کر لیا۔وگرنہ مولانا عبدالحکیم مرحوم (سابق ایم این اے) کے بقول: اپوزیشن ممبران کی اسمبلی میں تعداد صرف تینتیس (۳۳) اراکین پر مشتمل تھی۔قادیانیوں پر قومی اسمبلی میں بحیثیت رکن اسمبلی سب سے زیادہ سوالات بھی مولانا غلام غوث نے کیے۔جبکہ مولانا غلام غوث کا ہی کہنا تھا کہ:

''مفتی محمود، مودودی، ولی خان ان تین آدمیوں نے کوئی ایک سوال نہیں کیا۔'' (۱۲)

فروری ۱۹۷۶ء میں ربوہ (اب چناب نگر) میں مجلس احرار اسلام کے زیر اہتمام مسلمانوں کی پہلی مسجد ''مسجدِ احرار'' کے افتتاح کا اعلان ہوا تو مولانا غلام غوث ربوہ میں مسلمانوں کے داخلے پر عائد پابندیوں کو توڑتے ہوئے ''مسجدِ احرار'' پہنچے۔آخر وہ اس تاریخ ساز اجتماع میں کیوں شریک نہ ہوتے کہ وہ جس عظیم مقصد کے حصول کے لیے اکابر احرار کے زیر سایہ عمر بھر کوشاں رہے۔یہ اس کی تکمیل کا دن تھا۔ابن امیر شریعت سید عطاء المحسن بخاریؒ نے تقریر کی اور جانشین امیر شریعت مولانا سید ابوذر بخاریؒ نے نماز جمعہ کی امامت کرا کے دارالکفر والارتداد ربوہ میں اسلام کا پھریرا لہرا دیا اور یوں مولانا ہزاروی سمیت

کروڑوں مسلمانوں کی آرزوؤں کی تکمیل ہوگئی۔

۱۹۷۶ء میں آپ دوسری مرتبہ مسجد احرار ربوہ میں ''معراجِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس'' سے خطاب کرنے کے لیے تشریف لائے اور یوں اُن کی زندگی کی ایک آخری خواہش بھی پوری ہوگئی۔

مولانا سید حامد میاںؒ لکھتے ہیں:

> ''مولانا حکیم محمد حسن صاحب مدظلہم نے بتلایا کہ مولانا غلام غوث فرماتے تھے کہ میری دو حسرتیں تھیں۔ وہ دونوں پوری ہوگئیں۔ ایک تو یہ کہ میں ربوہ میں تقریر کروں۔ چنانچہ میں نے وہاں تقریر کی اور ایسی زوردار تقریر کی کہ جیسے جوانی میں کیا کرتا تھا۔ دوسری یہ تھی کہ مودودی کی موت مجھ سے پہلے ہوجائے۔ سو وہ بھی پوری ہوگئی۔ میرے پاس جو کچھ تھا سب ورثاء کو دے چکا ہوں، مکان بھی دے چکا ہوں، اب فرشتہ کی آمد کا منتظر ہوں۔''(۱۳)

مولانا غلام غوث ہزارویؒ نے زعمائے احرار کی معیت میں برطانوی استعمار اور اس کے حاشیہ نشینوں کے خلاف جس پرخار سفر کا آغاز کیا تھا' وہ تادم زیست اسی منزل کے راہی رہے اور استعماریت کے خلاف ان کی عظیم جدوجہد میں کبھی کوئی جھول نہ آسکا۔ حکومتِ الٰہیہ کا نفاذ، سامراجی نظام کی بیخ کنی اور منکرین ختم نبوت کی سرکوبی مجلس احرار کے منشور کے بنیادی نکات تھے۔ مولانا غلام غوثؒ عمر بھر ان مقاصد کے حصول کے لیے سرگرم رہے۔ انہوں نے فرنگی استعمار کو اپنی آنکھوں سے ہندوستان چھوڑتے دیکھا اور قادیانی گماشتوں کو اپنے ہاتھوں کیفرِ کردار تک پہنچایا لیکن ان کی انتھک مساعی کے باوجود حکومتِ الٰہیہ کے قیام کا خواب ہنوز تشنۂ تعبیر ہے۔ جسے شرمندۂ تعبیر کرنا اب ہر دینی کارکن کا لازمی فریضہ ہے۔

﴿حواشی﴾

(۱) روایت مولانا انظر شاہ کشمیری۔ منقول روزنامہ ''جنگ'' میگزین لاہور۔ ۱۸رجولائی ۱۹۸۴ء

(۲) ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور۔ ص ۱۳

(۳) جانباز مرزا ''کاروانِ احرار'' جلد دوم۔ ناشر مکتبہ تبصرہ لاہور۔ ص ۲۸۷، ۲۸۸۔ جون ۱۹۷۷ء

(۴) جانباز مرزا ''مولانا غلام غوث ہزاروی سے میری پہلی اور آخری ملاقات'' مشمولہ ہفت روزہ ''تبصرہ'' لاہور۔ اپریل ۱۹۸۱ء۔ ص ۶

(5) " PLOICE ABSTRACT OF INTELLIGENCE, PUNJAB". PAGE: NO 546

(۶) جانباز مرزا ''کاروانِ احرار''۔ جلد پنجم۔ صفحات: ۲۲، ۲۳

(۷) جانباز مرزا ''کاروانِ احرار''۔ جلد پنجم۔ ص: ۴۸

(۸) ہفت روزہ ''جمہوریت'' پشاور۔ ۲۹ر نومبر ۱۹۴۲ء

(۹) جانباز مرزا ''کاروانِ احرار''۔ جلد پنجم۔ صفحات: ۴۲۸، ۴۲۹

(۱۰) جانباز مرزا ''کاروانِ احرار''۔ جلد ششم۔ مکتبہ تبصرہ لاہور۔ ص ۷۰، اپریل ۱۹۸۱ء

(۱۱) ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور۔ ص ۸۔ اپریل ۱۹۸۱ء

(۱۲) ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور۔ مولانا ہزاروی نمبر۔ ص ۳۴۔ اپریل ۱۹۸۱ء

(۱۳) ماہنامہ ''تبصرہ'' لاہور۔ مولانا ہزاروی نمبر۔ ص ۱۴۔ اپریل ۱۹۸۱ء